ہوگیا تھا - اس لیے ان کی پرورش کی ذمہ داری ان کے دادا جسپت رائے نے سنبھالی لیکن دو سال بعد وہ بھی راہی ملک بقا ہوا - اپنے مسر کی وفات کے بعد ان کی والدہ انہیں لے کر جام پور (ضلع ڈیرہ غازیخان) چلی گئی - جہاں اس کے دو بھائی بسلسلہ ملازمت مقیم تھے - مولانا سندھی کی تربیت اور پرورش کی ذمہ داری ان کے ماموؤں نے لی اور جب وہ سکول جانے کے قابل ہوگئے تو انہیں اردو مڈل سکول جام پور میں داخل کروا دیا -

۱۸۸۴ء میں ان کے ایک آریہ ساجی ہم جماعت نے ایک نو مسلم عالم مولانا عبیداللہ مالیر کوٹلوی کی مایہ ناز تصنیف تحفۃ الہند انہیں مطالعہ کے لیے دی جس کے مطالعہ سے اسلام کی حقانیت ان کے دل پر نقش ہوگئی اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا ۔ تحفۃ الہند کے مصنف کے نام کی رعایت سے انھوں نے اپنا نام عبیداللہ تجویز کیا اور گھر والوں سے چھپ کر نمازیں ادا کرنے لگے ، لیکن یہ صورت حال خود ان کے لیے قابل قبول نہ تھی - اس لیے موصوف ۱۵ اگست ۱۸۸۷ء کو اپنے گھر سے فرار ہوگئے اور مختلف مدرسوں اور خانقاہوں کے چکر کاٹتے ہوئے بھرچونڈی شریف میں سید العارفین حافظ محمد صدیق کی خدمت میں پہنچ گئے - اس بزرگ نے انہیں اپنے بیٹوں کی طرح رکھا اور ان کے حق میں یہ دعا کی ''خدا کرے کہ عبیداللہ کا کسی راسخ عالم سے پالا پڑے -''

بھرچونڈی میں کچھ عرصہ قیام کے بعد مولانا سندھی دین پورشریف چلے آئے اور وہاں مولانا غلام محمد صاحب کی خدمت میں رہ کر ابتدائی کتابیں پڑھیں - اکتوبر ۱۸۸۸ء میں انہیں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ مل گیا اور حافظ محمد صدیق کی دعا سے انہیں وہاں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن اور مولانا رشید احمد گنگوہی جیسے بزرگوں کی صحبت ملی ، جس نے سونے پر سہاگے کا کام کیا -

انیسویں صدی کے آواخر میں برعظیم پاک و ہند کے طول و عرض میں میاں نذیرحسین محدث کے درس حدیث کا بڑا شہرہ تھا - مولانا سندھی نے دہلی جا کر ان سے صحیح بخاری اور جامع ترمذی کی سماعت کی - اسی

۱ - مولانا سندھی کے ابتدائی حالات ان کی خود نوشت - سرگزشت کابل - سے ماخوذ ہیں -

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

طرح کچھ عرصہ کانپور میں رہ کر مولانا احمد حسن کانپوری سے حکمت و فلسفہ کی بنیادی کتابیں پڑھیں اور رام پور جا کر مولوی ناظر الدین سے منطق کا درس لیا - مولانا سندھی نے آخری چند ماہ دیوبند میں اپنے محبوب استاد حضرت شیخ الہندؒ کی خدمت میں گزارے اور ۱۸۹۱ء میں ان کی دعائیں لے کر امروٹ شریف روانہ ہوئے - امروٹ شریف کے سجادہ نشین مولانا تاج محمود امروٹیؒ کی خواہش پر مولانا سندھی نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور ان کی تحریک پر اسلامیہ سکول سکھر کے ماسٹر مولوی محمد عظیم خان کی دختر نیک اختر سے ان کا نکاح ہوگیا[۱] -

۱۹۰۱ء میں مولانا سندھی سندھ کے ایک بڑے روحانی مرکز گوٹھ پیر جھنڈا منتقل ہوگئے جہاں پیر صاحب جھنڈا کی سرپرستی میں انہوں نے مدرسہ دارالرشاد کی بنیاد رکھی -

© rasailojaraid.com

مولانا سندھی کی زندگی میں ۱۹۰۸ء بڑا اہم سال ہے اور یہیں سے ان کی سیاسی زندگی کا آغاز ہوتا ہے - اسی سال حضرت شیخ الہندؒ نے انھیں دیوبند طلب فرما کر جمعیت الانصار کی تاسیس کا کام ان کے سپرد کیا - مولانا سندھی کے مخصوص نظریات کی بنا پر دیوبند کے ارباب اہتمام ان کے مخالف ہوگئے اور مدرسین دارالعلوم میں سے مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ان کی مخالفت شروع کر دی جو ان کی تکفیر پر منتج ہوئی - ان حالات میں حضرت شیخ الہندؒ کے مشورہ پر موصوف دیوبند سے دہلی منتقل ہوگئے - جہاں انہوں نے ۱۹۱۲ء میں نظارۃ المعارف کی بنیاد رکھی - حضرت شیخ الہندؒ ، حکیم محمد اجمل خان اور نواب وقار الملک جیسے بزرگ اس ادارے کے سرپرست بن گئے -

۱۹۱۴ء میں پہلی عالمی جنگ شروع ہوئی تو برعظیم[۱] سے بیشتر انگریزی فوج مشرق وسطیٰ اور یورپ کے محاذ پر روانہ ہوگئی - حضرت

---

۱ - مولانا عبیداللہ سندھی، سرگزشت کابل، مطبوعہ اسلام آباد ۱۹۸۰ء، ص ۹-

۱ - Sub Continent کا صحیح ترجمہ برعظیم ہے ، نا کہ برصغیر -

© rasailojaraid.com

شیخ الہندؒ اور ان کے رفقاء نے اس موقعہ کو غنیمت جانتے ہوئے برعظیم کو برطانیہ کے تسلط سے آزاد کرانے کی ٹھانی اور اس مقصد کےلیے سرحد کے آزاد قبائل کو انگریزوں کے خلاف جہاد پر آمادہ کرنے کا کام مولانا فضل واحد المعروف بہ حاجی صاحب ترنگ زئی اور مولانا فضل ربی کے سپرد کیا ۔ مولانا عزیر گل ، حضرت شیخ الہندؒ اور حاجی صاحب کے درمیان رابطہ قائم رکھے ہوئے تھے[۱] ۔ حضرت شیخ الہندؒ نے مولانا عبیداللہ سندھی کو اپنے مشن کی تکمیل کے لیےکابل روانہ فرمایا ۔ حضرت شیخ الہندؒ یہ چاہتے تھےکہ امیر افغانستان برعظیم پر حملہ کر دے اور ادھر حاجی صاحب ترنگ زئی اور مولانا فضل ربی قبائلی لشکر کے ساتھ انگریزی علاقے پر چڑھائی کر دیں ۔ ادھر برعظیم کے مسلمان انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں ۔ انگریز ان دنوں یورپ اور مشرق وسطٰی کے محاذوں پر جرمنی اور ترکی کے خلاف نبرد آزما تھے ۔ اس لیے وہ برعظیم کا دفاع نہیں کر سکیں گے اور بالاخر برعظیم آزاد ہو جائے گا ۔

© rasailojaraid.c

مولانا عبیداللہ سندھی ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو کوئٹہ اور قندھار ہوتے ہوئے کابل پہنچ گئے ۔ ان کی آمد سے تیرہ روز قبل ہندوستانی ، ترکی ، جرمن مشن کابل پہنچ چکا تھا[۱] ۔ اس مشن کی یہ خواہش تھی کہ افغانستان فوراً برعظیم پر حملہ کر دے ۔ اس لیے جب مولانا سندھی کابل پہنچے تو ان دنوں وہاں سیاسی سرگرمیاں زوروں پر تھیں ۔

انہی ایام میں مولانا عبیداللہ سندھی ، راجہ مہندر پرتاب اور مولوی محمد برکت اللہ بھوپالی نےکابل میں "حکومت موقتہ ہند" کی بنیاد رکھی اور جاپان اور روس سمیت متعدد ممالک کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی ۔ بعض ناسمجھ لوگ مولانا سندھی کو اس بنا پر معتوب کرتے ہیں کہ انہوں نے "حکومت موقتہ ہند" کا سربراہ ایک ہندو (راجہ مہندر پرتاپ) کو کیوں بنایا ؟ مولانا سندھی اور ان کے بعض رفقاء کی تحریروں

---

۱ - یہ بات خود مولانا عزیر گل نے راقم الحروف کو ایک انٹرویو میں بتائی تھی ۔

۱ - ظفر حسن ایبک ، آپ بیتی ، مطبوعہ منصور بک ہاؤس لاہور ، ج ۱ ، ص ۹۱ ۔

© rasailojaraid.c

سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ امیر حبیب اللہ خان والئی افغانستان نے انھیں یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ جو کام بھی کریں اس میں برعظیم کی اکثریت (ہندوؤں) کو نظر انداز نہ کریں ۔ اس لیے انھیں مجبوراً یا مصلحتاً ایک ہندو کو اس حکومت کا سربراہ بنانا پڑا[1] ۔

مولانا سندھی کی کابل روانگی کے بعد حضرت شیخ الہند اپنے مشن کی تکمیل کے سلسلہ میں حجاز مقدس تشریف لے گئے تاکہ وہاں کے ترک گورنر کے توسط سے حکومت ترکیہ سے رابطہ قائم کریں اور آسے اس پر آمادہ کریں کہ وہ روس یا ایران کے راستے افغانستان کی فوجی مدد کرے تاکہ افغانستان برعظیم پر حملہ کر دے ۔ کابل میں قیام کے دوران میں مولانا سندھی نے اپنی پوری اسکیم ریشمی رومالوں پر لکھ کر عبدالحق نامی ایک قاصد کے ذریعے شیخ عبدالرحیم سندھی کے پاس حیدرآباد سندھ روانہ کی اور انھیں یہ پیغام بھیجا کہ وہ کسی معتبر حاجی کے ذریعے یا خود مکہ مکرمہ جا کر یہ خطوط حضرت شیخ الہند کی خدمت میں پہنچا دے ۔ جب وہ قاصد ملتان پہنچا تو اپنے ایک قدیم مربی خان بہادر رب نواز خان سے ملنے چلا گیا ۔ خان بہادر نے باتوں میں آس سے تمام راز اگلوا لیا اور انگریزوں کی خوشنودی کے حصول کی خاطر آسے ملتان ڈویژن کے کمشنر کے حوالے کر دیا[2] ۔ خطوط کی برآمدگی کے بعد برطانوی حکومت چوکنی ہوگئی اور سینکڑوں افراد کو اس سازش میں شریک ہونے کے الزام میں گرفتار کر لیا ۔ ادھر انگریزوں نے حسین ، شریف مکہ کی وساطت سے حضرت شیخ الہند کو ان کے رفقا سمیت گرفتار کرکے مالٹا میں نظر بند کر دیا ۔

مولانا عبید اللہ سندھی نے شہزادہ نصراللہ خان کو ، جو انگریز

---

۱ ۔ ظفر حسن ایبک ، آپ بیتی ، ج ۱ ، ص ۹۵ ۔

۱ ۔ مولانا عزیر گل نے ایک ملاقات میں راقم الحروف کو بتایا کہ مولانا سندھی میں ایک بڑا نقص تھا کہ وہ ہر کس و ناکس کو اپنا راز دار بنا لیتے تھے ۔

۲ ۔ رب نواز خان کو اس خدمت کے عوض بارہ مربعہ اراضی ملی ۔ (سرگزشت کابل ، ص ۱۱۶) ۔

© rasailojaraid.c

دشمنی کے لیے افغانستان کے سیاسی حلقوں میں مشہور تھا ، برعظیم پر حملہ کرنے کی ترغیب دی ۔ اتفاق سے انگریزوں کے کان میں اس کی بھنک پڑ گئی اور انھوں نے چہار باغ (قندھار) کے ایک پیر صاحب کو، جو شہزادۂ موصوف کے روحانی مرشد تھے ، اس پر آمادہ کیا کہ وہ شہزادے کو اس اقدام سے باز رکھیں ۔ پیر صاحب فوراً کابل پہنچے اور جب شہزادہ ان کی زیارت کو آیا، تو حضرت صاحب موصوف نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خواب میں فرمایا ہے کہ شہزادہ کو برعظیم پر حملہ کرنے سے باز رکھو ، ورنہ بڑا نقصان ہوگا ۔ مولانا محمد علی کینٹب — مشاہدات کابل و یاغستان — میں تحریر فرماتے ہیں کہ انگریزوں نے اس خدمت کے عوض پیر صاحب کو پچاس لاکھ روپے بطور نذرانہ پیش کیے[۲] ۔ تحریک کی ناکامی کے بعد یہ بھی معلوم ہوا کہ امیر حبیب اللہ خان پہلی عالمی جنگ میں غیر جانبدار رہنے کا انگریزوں سے بھاری معاوضہ وصول کیا کرتا تھا[۳] ۔

امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے بعد امان اللہ خان تخت نشین ہوا ۔ اس کے عہد میں انگریزوں اور افغانوں کے درمیان ایک جنگ ہوئی جو افغانستان کی تاریخ میں ''جنگ استقلال'' کے نام سے یاد کی جاتی ہے ۔ اس جنگ کے نتیجہ میں انگریزوں نے افغانستان کو خود مختار ملک کی حیثیت سے تسلیم کر لیا اور امیر موصوف سے یہ کہا کہ انگریزوں کے خلاف کابل میں جو کام ہو رہا ہے ، اسے فوراً بند کر دیا جائے ۔ بنابریں حکومت افغانستان نے مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کے رفقاء کو سیاسی سرگرمیاں بند کرنے کا حکم دیا ۔ اس پر مولانا کابل سے ماسکو روانہ ہوگئے ۔

ماسکو میں ان کا قیام تقریباً آٹھ ماہ تک رہا ۔ روس میں قیام کے

---

۱ ۔ مولانا عبید اللہ سندھی ، سرگزشت کابل ، مطبوعہ اسلام آباد ، ۱۹۸۰ء ص ۱۷٦ ۔

۲ ۔ محمد علی کینٹب ، مشاہدات کابل و یاغستان ، مطبوعہ کراچی ، ص ۳۵ ۔

۳ ۔ ظفر حسن ایبک ، آپ بیتی ، ج ۱ ، ص ۹۹ ۔

© rasailojaraid.c

دوران میں انھوں نے کمیونزم کا بڑے قریب سے مطالعہ کیا اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اسلام کے معاشی نظام کا کوئی جواب نہیں ہے۔ نیز شاہ ولی اللہ دہلوی نے جس انداز سے مزدوروں، کاشتکاروں اور اہل صنعت و حرفت کے مسائل حل کیے ہیں، ویسا حل کمیونسٹ بھی پیش نہیں کر سکے۔ ماسکو میں قیام کے دوران میں مولانا سندھی کی روس کے وزیر خارجہ چیچرن سے چند ملاقاتیں ہوئیں۔ جس کی تفصیل ظفر حسن ایبک کی — آپ بیتی — میں موجود ہے۔ (یہ غلط ہے کہ مولانا وہاں لینن اور سٹالن سے ملتے رہے)۔

جولائی ۱۹۲۳ء میں مولانا سندھی روس سے ترکی تشریف لے گئے۔ ان کی آمد سے قبل اتاترک عثمانی سلطان کے سیاسی اختیارات سلب کر چکا تھا اور اگلے سال اُسے برائے نام خلافت سے بھی محروم کر دیا۔ مولانا سندھی نے تقریباً تین سال ترکی میں گزارے اور وہاں انھوں نے بڑے قریب سے اتاترک کو ترکی میں اصلاحات نافذ کرتے دیکھا۔

© rasailojaraid.c

ترکی میں قیام کے دوران میں مولانا سندھی نے اپنا سیاسی پروگرام شائع کیا۔ ان کے پیش نظر چند مقاصد تھے۔

۱ - برعظیم کے لیے کامل آزادی حاصل کرنا اور آزاد وطن میں وفاقی نظام حکومت قائم کرنا۔

۲ - برعظیم میں مسلمانوں اور دوسری اقلیتوں اور اسلام کو محفوظ کرنا۔

۳ - برعظیم میں محنت کش طبقہ کی اکثریت رکھنے والی حکومت قائم کرنا۔

۴ - امپیریل ازم کا توڑ کرنے کے لیے ایشیاٹک فیڈریشن بنانا۔

اس پروگرام کو بروئے کار لانے کے لیے مولانا سندھی نے سرووراجیہ پارٹی کے نام سے ایک سیاسی جماعت تشکیل کی۔ یہ پارٹی رنگ و مذہب اور مال و دولت کے فرق کو مٹا کر برعظیم میں حکومت قائم کرنا چاہتی تھی۔[1]

---

۱ - ظفر حسن ایبک، آپ بیتی، ج ۲، ص ۱۰۱-۱۰۲ -

© rasailojaraid.c

مولانا سندھی یہ تسلیم کرتے تھے کہ برعظیم کے تین قدرتی حصے ہیں : یعنی شمال مغربی ، مشرقی اور جنوبی[1] - وہ ان حصوں کو لسانی اور تمدنی بنیادوں پر صوبوں میں تقسیم کرکے وہاں جمہوری حکومتیں قائم کرنا چاہتے تھے - یہ جمہوریتیں داخلی معاملات میں بالکل آزاد ہوں گی اور وفاقی حکومت کے پاس صرف امور خارجہ ، دفاع اور ایکسپورٹ و امپورٹ کے محکمے ہوں گے -

مولانا سندھی یہ چاہتے تھے کہ ان جمہوریتوں کی مجالس قانون ساز میں کسان ، مزدور ، دماغی کام کرنے والے کارک ، تاجر اور کارخانہ دار اپنی آبادی کے تناسب سے ، اپنے ہی طبقے سے نمائندے چنیں - اس طرح ان مجالس قانون ساز میں محنت کشوں کی اکثریت ہوگی اور یہ لوگ اپنے مفاد کی کماحقہ حفاظت کر سکیں گے -

© rasailojaraid.c

مولانا سندھی فوائد عامہ کے تمام ذرائع قومیانے کے حق میں تھے - اسی طرح وہ منقولہ جائداد کی حد متعین کرنے کے بھی حامی تھے - زرعی زمینوں کے بارے میں ان کی یہ رائے تھی کہ ایک کاشتکار کے پاس اتنی ہی زمین ہونی چاہیے جس پر وہ خود کاشت کر سکے - وہ سودی نظام ختم کرنا چاہتے تھے اور قومی ملکیت میں لیے گئے کارخانوں کو مزدوروں کی انجمنوں کے ذریعے چلانے کے حامی تھے - داخلی تجارت کے بارے میں ان کا یہ خیال تھا کہ اسے کواپریٹو سوسائٹیوں کے ہاتھ میں دے دیا جائے اور اگر کاروباری لوگ چاہیں تو وہ ان سوسائٹیوں کے رکن بن سکتے ہیں ، جہاں تک برآمدات کا تعلق ہے ، یہ حکومت کے ہاتھ میں رہیں گی -

مولانا سندھی مڈل تک مفت اور لازمی تعلیم کے حامی تھے - وہ محنت کشوں کو مفت طبی امداد اور صاف ستھرے گھر دلانا چاہتے تھے - مولانا کا یہ خیال تھا کہ جمہوریت کا سرکاری مذہب وہاں کی اکثریت کا مذہب ہونا چاہیے ، لیکن وفاقی حکومت سیکولرازم پر کاربند ہو اور وہ کسی جمہوریت کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہ کرے -

جہاں تک وفاقی حکومت میں ریاستوں کی نمائندگی کا تعلق ہے ،

---

۱ - ۱۹۴۷ء میں برعظیم کی تقسیم اسی انداز سے ہوئی -

© rasailojaraid.c

مولانا سندھی کی رائے تھی کہ مختلف ریاستیں اپنے تناسب آبادی ، اقتصادی ، تمدنی اور فوجی اہمیت کی بنا پر حق نمائندگی حاصل کریں گی ۔

اس پروگرام کو ان کی سروراجیہ پارٹی عمل میں لائے گی ۔ اس پارٹی کے ہر رکن کے لیے یہ لازمی ہوگا کہ اس کا معیار زندگی ملک کے ایک عام کسان کے معیار زندگی سے بلند نہ ہو ۔ وہ اپنی فاضل آمدنی یا جائداد پارٹی کے نام وقف کر دے ۔[1]

مولانا سندھی نے ترک حکومت کی اجازت سے یہ پروگرام طبع کروا کے اپنے دوست و احباب کو بھیجا ۔ برطانوی حکومت نے ۱۵ مئی ۱۹۲۵ء کو ایک حکمنامہ کی رو سے بر عظیم میں اس پروگرام کے داخلہ پر پابندی عائد کر دی ۔

© rasailojaraid.c

۱۹۲۶ء میں سلطان ابن سعود نے مکہ معظمہ میں دنیا بھر کے مسلمانوں کے نمائندوں کو جمع کیا اور انھیں بتایا کہ حرمین شریفین پر اس کا قبضہ ہو چکا ہے اس لیے اب اس کی مخالفت کرنے کی بجائے افہام و تفہیم کا راستہ تلاش کرنا چاہیے ۔ مکہ کانفرنس میں شرکت کی غرض سے بر عظیم سے مسلم زعماء ایک وفد کی صورت میں حجاز پہنچے تھے ، مولانا سندھی ان سے ملنے کی غرض سے اگست ۱۹۲۶ء میں ایک اطالوی جہاز میں سوار ہوکر جدہ پہنچے تو اس وقت کانفرنس ختم ہو چکی تھی اور وہ زعما واپس جا چکے تھے ۔

اگلے تیرہ سال مولانا سندھی نے حرم شریف میں گذارے ۔ مکہ مکرمہ آکر وہ سیاست سے بالکل کنارہ کش ہوگئے تھے ۔ ان کا زیادہ تر وقت شاہ ولی اللہ دہلوی کی تصانیف کے مطالعہ اور ان پر غور و فکر کرنے میں گزرتا تھا ۔ وہ اس بات کے قائل ہو گئے تھے کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ صرف شاہ صاحب کی تعلیمات کے ذریعے ہی ممکن ہے ۔

---

[1] ۔ اس پروگرام کی تفصیلات "آپ بیتی" میں موجود ہیں ۔ مولانا کے خیالات کو سمجھنے اور ان کے مکتوبات کا مطالعہ کرنے کے لیے ان کے اس پروگرام کو جاننا ضروری ہے ۔

© rasailojaraid.c

۱۹۳۷ء میں جب برِ عظیم کے متعدد صوبوں میں کانگرس برسرِ اقتدار آئی تو کانگرسی رہنماؤں نے مولانا سندھی کی واپسی کے لیے برطانوی حکومت پر دباؤ ڈالا ۔ ادھر برطانوی حکومت کو بھی اپنے جاسوسوں کے ذریعے اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ مولانا سندھی سیاست سے بالکل کنارہ کش ہو چکے ہیں ۔ چنانچہ انھیں واپس وطن آنے کی اجازت مل گئی اور موصوف ۱۹۳۹ء میں برِ عظیم لوٹ آئے ۔

مراجعت وطن کے بعد مولانا سندھی کا قیام جامعہ ملیہ دہلی میں رہا۔ ربع صدی تک غیر ممالک میں رہ کر ان میں وسعتِ قلب پیدا ہو گئی تھی اور موصوف فرقہ پرستی اور گروہ بندی سے بہت بلند ہو چکے تھے ، اس لیے دیوبند کے اکابرین کے ساتھ ان کا نباہ مشکل ہو گیا ۔ وہ مولانا سندھی کے مخصوص نظریات کی بنا پر ان کی ڈٹ کر مخالفت کرنے لگے ۔ ادھر مولانا مسعود عالم ندوی نے ماہنامہ معارف اعظم گڑھ میں ان کے خلاف قسط وار مضامین لکھنے شروع کیے جن کا دندان شکن جواب مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے ماہنامہ برہان دہلی میں دیا ، جو بعد میں کتابی صورت میں— مولانا عبید اللہ سندھی اور ان کے ناقد —کے عنوان سے چھپ گیا ۔

مولانا سندھی یہ کہتے تھے کہ زمانہ قیامت کی چال چل گیا ہے اور برِ عظیم کے مسلمان اور خصوصاً مذہبی طبقہ بہت پیچھے رہ گیا ہے اس لیے انھیں پرانی ڈگر سے ہٹ کر آگے بڑھنا چاہیے ۔

مراجعت وطن کے بعد انھوں نے اپنے مخصوص نظریات متعدد اصحاب کو املا کروائے اور قرآن کریم کی متعدد سورتوں کی شاہ ولی اللہ کی تعلیمات کی روشنی میں تفسیر لکھی جن میں مزدوروں ، کاشتکاروں اور محنت کشوں کے مسائل پر زمانۂ حاضر کے تقاضوں کے مطابق روشنی ڈالی ۔ مولانا سندھی کے تلمیذالرشید اور برِ عظیم کے نامور عالم دین ، مولانا سعید احمد اکبر آبادی فرمایا کرتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ کے بعد مولانا سندھی سے زیادہ روشن دماغ عالم برِ عظیم میں پیدا نہیں ہوا ۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جس طرح علامہ اقبال کی وجہ سے موجودہ صدی میں مولانا رومی کو دوبارہ شہرت ملی اسی طرح مولانا سندھی کی

© rasailojaraid.com

وجہ سے شاہ ولی اللہ کا چرچا ہوا ۔

وسط ۱۹۴۴ء میں مولانا عبیداللہ سندھی ، سندھ کا دورہ کر رہے تھے کہ ان کی طبیعت خراب ہو گئی اور موصوف اپنی بیٹی کے پاس دین پور تشریف لے گئے ۔ یہیں ۲۲ اگست ۱۹۴۴ء کو ان کا انتقال ہو گیا ۔ ان کے معتقدین نے ان کے جسدِ خاکی کو ان کے مرشد مولانا غلام محمد دین پوری کے مزار کے پائنتی دفن کیا ۔ رحمتہ اللہ علیہ واسعاً و کثیراً ۔

© rasailojaraid.com

خطوط کی اہمیت :

مولانا سندھی کی اب تک جتنی تصانیف شائع ہوئی ہیں وہ سب امالی ہیں ۔ وہ خود بہت کم لکھتے تھے اور جب کوئی مضمون ذہن میں آتا تو وہ دوسروں کو املا کروا دیتے تھے ۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا کہ وہ کسی مسئلہ پر اظہار خیال کرتے تو سامع گھر جا کر اسے اپنے الفاظ میں قلمبند کر لیتا ۔ اس لیے ان کے ملفوظات بڑی احتیاط سے پڑھنے چاہیں اور یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے : ع

ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

یہ بات مشہور ہے کہ مولانا سندھی کے بعض تلامذہ نے اپنے خیالات کے اظہار کے لیے موصوف کا نام استعمال کیا ہے ۔

مولانا سندھی کے مکتوبات کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے ۔ وہ تحریک آزادی کے ایک سرگرم کارکن اور نڈر سپاہی تھے اور انھوں نے حصولِ آزادی کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا ۔ یہ خطوط امالی نہیں بلکہ ان کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں ۔ یہ خطوط اس لیے بھی اہم ہیں کہ انھوں نے اپنے ایک خط میں ذکر کیا ہے کہ انھوں نے ۱۹۱۶ء میں تقسیم ہند کی تجویز پیش کی تھی ۔ یہ وہ وقت تھا جب لکھنؤ میں کانگرس اور مسلم لیگ کے نمائندے باہمی تعاون اور بھائی چارے کے ایک معاہدے پر دستخط کر رہے تھے ۔ ان کا یہ بھی دعویٰ ہے لالہ لاجپت رائے نے جو تجویز پیش کی تھی وہ ان سے ملاقات کے بعد

© rasailojaraid.com

پیش کی تھی اور اسی بنا پر انگریزوں نے انھیں سائمن کمیشن کی آمد پر عمداً مروا دیا تھا - ۱۹۲۴ء تا ۱۹۲۶ء برعظیم کی سیاست کی بہت سی گتھیاں ان کے خطوط کے مطالعہ سے حل ہوتی ہیں -

مکتوب الیہ :

حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کے مخاطب ڈاکٹر محمد اقبال شیدائی ۱۸۸۸ء میں سیالکوٹ کے ایک نواحی گاؤں "پورہ ہیراں" میں پیدا ہوئے - ان کے والد بزرگوار چوہدری غلام علی بھٹہ (م ۱۹۲۷ء) اسکاچ مشن اسکول سیالکوٹ میں انگریزی اورسائنس کے استاد تھے اور انھیں علامہ محمد اقبال کے استاد مولوی میر حسن (م ۱۹۲۹ء) سے تلمذ تھا -

شیدائی صاحب کی ابتدائی اور ثانوی تعلیم سیالکوٹ میں ہوئی اور انھوں نے ۱۹۱۲ء میں انٹرمیڈیٹ کا امتحان پاس کیا - طالب علمی کے زمانے ہی میں انھوں نے سیاست میں دلچسپی لینا شروع کر دی اور اسی زمانے میں ان کا تعارف مولانا شوکت علی (م ۱۹۳۸ء) اور سر محمد شفیع (م ۱۹۳۲ء) سے ہوا - مولانا شوکت علی کی تحریک و ترغیب پر انھوں نے "انجمن خدام کعبہ" کی رکنیت قبول کی اور کعبتہ اللہ کے شیدائی ہونے کی وجہ سے انھیں "شیدائی" کا لقب ملا -

۱۹۱۷ء میں شیدائی صاحب نے بی - اے کا امتحان پاس کیا - اس زمانے میں برعظیم کی سیاست زوروں پر تھی - ہر مسلمان نوجوان ترکی جا کر انگریزوں کے خلاف لڑنے کا خواہشمند تھا - جنگ عظیم کے دوران میں گورنمنٹ کالج لاہور سے کئی طلبہ ترکی جانے کی خواہش میں کابل پہنچ گئے - ۱۵ اکتوبر ۱۹۱۵ء کو حضرت مولانا عبیداللہ سندھی بھی شیخ الہند محمود حسن دیو بندیؒ کی اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے کابل پہنچ گئے -

شیدائی صاحب نے بھی ہجرت کا ارادہ کیا لیکن ہری پور ہزارہ کے ایک خان نے انھیں آگے جانے سے روک دیا - دوسری بار جب وہ کابل جانے کے لیے گھر سے نکلے تو بھی ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا اور موصوف کو کچھ دیر کے لیے اپنا ارادہ ملتوی کرنا پڑا - جب مولانا عبدالباری فرنگی محلی (م ۱۹۲۶ء) نے ہجرت کا فتویٰ صادر کیا تو

© rasailojaraid.c
© rasailojaraid.c

ہزاروں مسلمان اپنی جائدادیں ہندوؤں کے ہاتھوں اونے پونے داموں فروخت کر کے افغانستان کی طرف چل دیئے - انھی مہاجرین کے ساتھ شیدائی صاحب بھی کابل پہنچ گئے - ان کی آمد سے قبل ہی راجہ مہندر پرتاپ اور مولانا سندھی مرحوم ''حکومت موقتہ ہند'' تشکیل کر چکے تھے اور تمام اہم عہدوں پر مختلف اصحاب کا تقرر ہو چکا تھا ، اس لیے شیدائی صاحب کو محکمہ جات مواصلات و جنگ کا نائب وزیر مقرر کیا گیا[1] -

کابل میں قیام کے دوران میں شیدائی صاحب ایک خاص مشن پر تاشقند بھیجے گئے - واپسی پر وہ تاشقند میں مقیم ہندوستانی طلبہ کو سمجھا بجھا کر کابل لے آئے - اکتوبر ۱۹۲۲ء میں جب مولانا سندھی ماسکو روانہ ہوئے تو شیدائی صاحب بھی ان کے ہمرکاب تھے[2] - ماسکو پہنچتے ہی انھیں ترکی سفارت خانہ سے پاسپورٹ مل گیا اور موصوف ۱۶ مارچ ۱۹۲۳ء کو انقرہ پہنچ گئے -

اس وقت تک ترکی میں انقلاب برپا ہو چکا تھا۔ مصطفیٰ کمال اتاترک خلیفتہ المسلمین کے اختیارات سلب کر چکا تھا اور اب وہ خلافت ہی کو ختم کرنے کے درپے تھا - شیدائی صاحب جیسے اسلامی اقدار کے علمبردار اور خلافت کے حامیوں کے لیے ترکی میں رہنا مشکل تھا - انھیں ترک حکام نے یہ بھی بتا دیا کہ اتا ترک ان جیسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا[3] - چند روز بعد انھیں ترکی سے ، جس کی حمایت میں انھوں نے اپنا گھر بار اور عزیز و اقارب چھوڑے تھے ، اخراج کا حکم ملا۔ شیدائی صاحب ترکی سے فرانس چلے گئے اور وہاں سے ۱۰ جون ۱۹۲۳ء کو روم پہنچ گئے -

مولانا عبیداللہ سندھی اور مولوی برکت اللہ بھوپالی جیسے احباب کے

---

۱ - اقبال شیدائی ، روز نامہ امروز لاہور ، بابت ۸ مئی ۱۹۶۹ء -
۲ - ظفر حسن ایبک ، آپ بیتی ، مطبوعہ اشرف پریس لاہور ، ج ۱ ، ص ۲۵۵ -
۳ - اقبال شیدائی ، روز نامہ امروز لاہور ، بابت ۹ ستمبر ۱۹۷۳ء -

© rasailojaraid.com

مشورہ پر شیدائی صاحب نے تجارت شروع کی اور وہ عرب ملکوں کے ساتھ کاروبار کرنے لگے - تجارت میں مشغولی کے باوجود وہ اپنے اصل مقصد سے لمحہ بھر کے لیے بھی غافل نہیں ہوئے - دنیائے عرب اور ہندوستان کے سیاسی رہنماؤں کے ساتھ ان کے دوستانہ مراسم تھے اور ان میں سے جو بھی یورپ کی سیر کو جاتا تو شیدائی صاحب کو شرف میزبانی بخشتا -

۱۹۳۶ء میں شیدائی صاحب نے شارلوت نامی ایک فرانسیسی خاتون سے شادی کر لی اور اس کا اسلامی نام بلقیس رکھا - ۱۹۳۸ء میں ان کے ہاں ایک بچی پیدا ہوئی جس کا نام شیرین تجویز ہوا - اس بچی نے ڈینٹل سرجری کی تعلیم پائی اور ان دنوں وہ جنوبی فرانس میں مقیم ہے -[1]

دوسری عالمی جنگ کے آغاز سے قبل ہی سیاسی سرگرمیوں کی بنا پر شیدائی صاحب کو فرانس سے اخراج کا حکم ملا - موصوف فرانس سے سوئٹزر لینڈ چلے گئے لیکن کچھ عرصہ بعد وہاں سے بھی نکالے گئے - جنگ کا زمانہ انھوں نے اٹلی میں گزارا جہاں وہ انگریزوں کے خلاف ریڈیو سے پروگرام نشر کیا کرتے تھے - حکومت اٹلی نے ان کی خدمات کو سراہتے ہوئے انھیں ایک بڑے سول اعزاز سے نوازا[2] -

جنگ کے خاتمہ پر جب پنڈت جواہر لال نہرو کی قیادت میں ہندوستان میں عبوری حکومت قائم ہوئی تو شیدائی صاحب نے وطن واپس آنے کی خواہش کا اظہار کیا - مولانا ابوالکلام آزاد نے پنڈت جی سے اس موضوع پر بات چیت کی تو پنڈت جی کی سفارش پر برطالوی حکومت نے پاسپورٹ جاری کر دیا[3] -

قیام پاکستان کے بعد شیدائی صاحب اکتوبر ۱۹۴۷ء کو کراچی پہنچے اور وہاں مختصر سے قیام کے بعد اپنے وطن سیالکوٹ تشریف

---

۱ - گلزار احمد اعوان ، ڈاکٹر محمد اقبال شیدائی کے احوال و آثار ، تحقیقی مقالہ مخزونہ لائبریری شعبۂ تاریخ ، پنجاب یونیورسٹی ، ص ۲۷ -

۲ - ایوارڈ مملوکہ ڈاکٹر محمد جمال بھٹہ ، ملتان -

۳ - محمد اسلم ، مولانا ابوالکلام آزاد کے دو نادر خط ، مطبوعہ ماہنامہ برہان دہلی ، نومبر ۱۹۸۰ء ، ص ۳۵ -

© rasailojaraid.com

لے گئے جہاں عوام نے اس انقلابی مجاہد کا بڑی گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا ۔

پاکستان میں قیام کے دوران میں انھوں نے سیاست میں دلچسپی لینا شروع کی ۔ ایک بار انھوں نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پاکستان کی نمایندگی بھی کی ۔ جس زمانے میں اسکندر مرزا ، سیکریٹری وزارت دفاع کے عہدہ پر فائز تھا ، اس نے اسلحہ کی خریداری میں دھاندلی کا ارتکاب کیا ۔ شیدائی صاحب نے اس کی اطلاع وزیر اعظم کو دی ۔ اسکندر مرزا اسی دن سے ان کا مخالف ہوگیا اور جب اس نے گورنر جنرل کی حیثیت سے عنان اقتدار سنبھالی تو اس نے شیدائی صاحب کی گرفتاری کے احکام جاری کر دیئے ۔ ایک دوست کی عنایت سے انہیں بر وقت اس کاروائی کی اطلاع مل گئی اور وہ چپکے سے اٹلی روانہ ہو گئے[۱] ۔

اٹلی میں قیام کے دوران انھوں نے تیورن یونیورسٹی میں اردو پڑھانا شروع کی ۔ اگست ۱۹۶۵ء میں موصوف پاکستان لوٹ آئے اور سیاست سے ہمیشہ کے لیے کنارہ کشی کر لی ۔

لاہور میں شیدائی صاحب کا قیام اقبال ٹاؤن میں اپنے بھانجے چوہدری عبدالرحمٰن بھٹہ کے ہاں تھا ۔ راقم الحروف کے ہمسائے چوہدری اشتیاق احمد بھٹہ ، ڈاکٹر جمال بھٹہ کے سمدھی ہونے کے علاوہ ان کے قریبی رشتہ دار بھی ہیں ۔ اس لیے شیدائی صاحب کی راقم الحروف کے ساتھ اکثر ملاقات رہتی تھی ۔

آخری عمر میں انہیں دل کا عارضہ لاحق ہوا اور ۱۳ جنوری ۱۹۷۴ء کو موصوف اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ۔ راقم الحروف کو ان کی نماز جنازہ میں شرکت کا شرف حاصل ہے ۔ ان کی لوح مزار پر نظیری نیشاپوری کا یہ شعر کندہ ہے ، جو اُن کی پوری زندگی کا آینہ دار ہے :

نیست در خشک و تر بیشہ من کوتاہی
چوب ہر نخل کہ منبر نشود دار کنم

---

۱ - ڈاکٹر محمد جمال بھٹہ ، ڈاکٹر اقبال شیدائی ، غیر مطبوعہ ۔

© rasailojaraid

ماہنامہ **اقرأ** ڈائجسٹ کراچی

کا خاص نمبر

قطب الاقطاب شیخ الحدیث نمبر

انشاء اللہ نومبر میں شائع ہوگا

جو قطب الاقطاب شیخ الحدیث

حضرت مولانا **محمد زکریا** نور اللہ مرقدہٗ

کے حالاتِ زندگی، فضل وکمالات، علمی خدمات

تصانیف، نادر خطوط، اہم اقتباسات اور مواعظ وحکم

اکابر کی آرار پر مشتمل ہوگا

آپ کے لیے

اقرأ ڈائجسٹ کا تحفہ

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com